ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"آئینہ" بیدل اور غالب کی شاعری میں ایک صوفیانہ علامت ": تقابلی مطالعہ

"MIRROR" AS A MYSTICAL SYMBOL IN THE BEDIL AND GHALIB'S POETRY: A COMPARATIVE STUDY

[1]Dr. Amber Yasmin

Abstract

Abdul Qadir Bedil and Mirza Asadullah Khan Ghalib are two great legendary Sufi poets of subcontinent. They are competitive to famous Sufi poets of Persian literature like Sanai, Attar, Maulana and Hafiz who have conveyed complex mystical issues in the minds of the readers in different and innovative ways. Both Bedil and Ghalib have used the word "Mirror" in their poetry as a symbol of their mystical thoughts. This research discusses the characteristics of Bedil and Ghalib's poetic styles and the word "Mirror" particularly reflects the spiritual aspects connected with the poets' ideologies. The study of this paper will not only be helpful in understanding the intellectual and artistic similarities between the two great poets of the subcontinent, but will also help bring in new trends of comparative study on the subject of Sufism along with other great poets of the subcontinent.

Key Words: Baidil, Ghalib ,Sufi poet, Indian style of writing , Mirror , Hairat

تلخیص:

عبدالقادر بیدل اور میرزا اسد اللہ خان غالب دو عظیم ہندوستانی صوفی شاعر ہیں۔ وہ فارسی ادب کے مشہور صوفی شاعروں جیسے سنائی، عطار مولانا اور حافظ جو پیچیدہ صوفیانہ مسائل کو قارئین کے ذہنوں میں نئے اور اختراعی انداز میں پہنچاتے ہیں کے ہم پلہ ہیں۔ بیدل اور غالب دونوں ہی نے اپنی شاعری میں لفظ "آئینہ" کو بطور علامت استعمال کیا ہے جو بیدل اور غالب کے صوفیانہ افکار و خیالات کی وضاحت کرتا ہے۔ اس مقالہ میں بیدل اور غالب کے اسلوب کی خصوصیات اور لفظ "آئینہ" پر بحث کی گئی ہے جو بیدل اور غالب کی شاعری کی صوفیانہ علامت ہے۔ اس مضمون کا مطالعہ نا صرف برصغیر کے دو عظیم شعراء کی فکری اور فنی مماثلتوں کو سمجھنے میں معاون اور مددگار ثابت ہو گا بلکہ برصغیر کے دیگر بڑے شعراء پر عرفان و تصوف کے موضوع پر تقابلی جائزہ کے لئے راہ ہموارہ ہو گی۔

کلیدی الفاظ: بیدل، غالب،، صوفی شاعر، ہندوستانی اسلوب، آئینہ، حیرت

مقدمہ:

لفظ آئینہ کو اردو اور فارسی ادب میں شعراء نے مختلف معنوں اور حیثیتوں میں استعمال کیا ہے۔ آئینہ لفظ کو تخیلاتی اشکال کے علاوہ مرکبات، اور استعارات میں بھی استعمال کیا گیا، کہا جا سکتا ہے کہ محض چہرہ دیکھنے کے لئے استعمال میں آنے والا آئینہ شاعری آکر بہت وسیع معنی رکھتا ہے۔ اکثر شعراء لفظ آئینہ کو محبوب کے حسن و خوبصورتی کے استعارے کے طور پر اس کی تعریف اور تحسین میں علامتی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں تو کوئی آئینہ کو ضمیر کی آواز اور ماضی کی یادوں سے بھی وابستہ کرتے ہیں۔ اور کچھ آئینہ کے روبرو خود سے مخاطب نظر آتے ہیں ۔ لیکن غالب اور بیدل کے ہاں "آئینہ" ان معنوں سے بڑھ کر ایک خاص اصطلاح کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد غالب اور بیدل کی فن شاعری میں "آئینہ "بطور ایک صوفی علامت کے جو حیرت کو لامحدودیت اور ابدیت سے جوڑ دیتا ہے، صوفیانہ مطالب اخذ کرنا ہے۔

سوالات تحقیق:

ا – غالب اور بیدل کے فن شاعری اور شعری اسلوب کی مماثلتیں کیا ہیں؟

۲۔ غالب اور بیدل کی شاعری میں "آئینہ" کی علامتی حیثیت اور مقام کیا ہے؟

3۔ دونوں شعراء کی لفظ "آئینہ" کے استعمال میں فکری مشترکات کیا ہیں ؟

---

[1]Assistant Professor, Department of Persian, National University of Modern Languages, Islamabad, Pakistan. Email: amber.akhtar4@yahoo.com

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

روش تحقیق:

زیر نظر تحقیق تقابلی مطالعہ ہے۔غالب اور بیدل کے شعری فکر وفن کی روشنی میں سوالات کے جوابات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آئینہ کی لغوی حیثیت:

آئینہ کو اردو زبان میں شیشہ، آبگینہ ،درپن، آرسی، مرآت اور آئینہ جبکہ فارسی زبان میں آبگینہ، آبگین، مرآت،روال، منوال، تاسی، قاپ اور انگریزی زبان میں Mirror کہاجاتاہے۔ فارسی "فرہنگ سخن"میں آئینہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"شیشے یادھات کی ہموار سطح جو کسی تصویر کی عکاسی کرتی ہے۔

ہر وہ چیز جو بہت صاف اور چمکدار ہو۔

صوفیانہ دل جس میں سچائی جھلکتی ہو." (1)

فرہنگ معین فارسی، فرہنگ سخن انوری اور لغتامہ دھخدا اس بات پر متفق ہیں کہ "آئینہ "عارف کا وہ سچا قلب ہے جس میں خدا کے جوھر جھلکتے ہیں۔

فرہنگ آصفیہ کے مطابق "چونکہ آئینہ لوہے سے بنایا گیا تھا اس سبب سے اسے آہنہ کہتے تھے ... گیلانی زبان میں لوہے کو آین کہتے ہیں اور لفظ آین کے معنی ذیب و زینت کے ہیں. اسکندر اعظم کو اس کا موجد سمجھا جاتا ہے۔ جب سکندر نے حکیموں سے اپنی رائے ظاہر کی کہ ہمیں ایک ایسی چیز بنانی چاہتے ہیں جس میں ہر ایک چیز کا عکس دیکھ لیا کریں تو انہوں نے معدنیات سے اسے بنانا چاہا مگر جب اس سے مطلب حاصل نہ ہوا تو سکندر کی تدبیر سے رسام لوہار نے فولاد سے یہ کام لیا. لوہے کو ایسی جِلادی کہ اس میں ہر ایک چیز کا عکس معلوم دینے لگا صرف اتنی کسر رہی کہ اگر لوہے کا ٹکڑا چوکھونٹا ہوتا تو اس میں چوکھونٹی شکل دکھائی دیتی تھی. اور جو لمبوترا ہوتا تو لمبی. مگر جب گول آئینہ بنایا تو سب دقتیں جاتی رہیں۔ ہر ایک چیز جوں کی توں دکھائی دینے لگی. جب یہ آئینہ سکندر کے حسبِ منشا تیار ہو گیا تو اس نے بڑا جشن کیا۔۔۔ صرف دو تین صدی سے جب کانچ دریافت ہوئی اور وہ بآسانی کام دینے لگی تو اسکا رواج جاتا رہا."(2)

آئینہ شعراء کی نظر میں:

اردو شاعری میں آئینہ کی اصطلاح کو استعمال کرنے والے بہت سے شاعروں میں عشق اورنگ آبادی، گلزار بیخود دہلوی، امداد امام اثر، رشید رامپوری، کرشن بہاری نور ،امیر قزلباش، فضیل جعفری، ساغر صدیقی، ریاض خیر آبادی، بقاء اللہ بقاء، داغ دھلوی، عندلیب شادانی، خواجہ محمد وزیر لکھنوی، ابنِ مفتی، صفی اورنگ آبادی، رضا ہمدانی ،احمد ظفر، شکیب جلالی، غلام محمد قاصر، غلام مرتضی راہی، فراق گورکھپوری، زیب غوری، حنیف کیفی، امیر مینائی، میرزا غالب، جون ایلیاء، خواجہ میر درد، ناصر کاظمی، منیر نیازی، اور دیگر شامل ہیں . ان سب شعراء نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں لفظ "آئینہ "کا استعمال اپنے اپنے نقطہ نظر سے کیا ہے۔ کسی شاعر کے نزدیک محبوب کا حسین چہرہ اور خدوخال آئینہ کی مانند شفاف ہیں، توکسی کی نظر میں قلب انسانی اور ضمیر مثل آئینہ. کوئی آئینہ کو عکس دیکھنے کا آلہ اور وسیلہ سمجھتے ہیں تو کسی شاعر کے نقطہ نظر کے مطابق آئینہ عارف اور صوفی کی وہ تجلی گاہ ہے جس میں سالک خدا کا عکس دیکھتا ہے۔

خواجہ میر درد کہتے ہیں:

"گل و آئینہ و مہ و خورشید هر کسی را به سوی تو دارد"(3)

کیا گل و آئینہ اور خورشید وماہ، جدھر دیکھا تیرا ہی چہرہ تھا

بقول منیر نیازی :

"آئینہ اب جدا نہیں کرتا قید میں ہوں، رہا نہیں کرتا
مستقل صبر میں ہے کوہ گراں نقش عبرت صدا نہیں کرتا"(4)

جبکہ اقبال جوانوں کو خودی کی تلقین کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

"مثل آئینہ مشو محو جمال دگران از دل و دیدہ فروشوی خیال دگران
آتش از نالۂ مرغان حرم گیر و بسوز آشیانی کہ نھادی بہ نھال دگران"(5)

آئینے کی طرح دُوسروں کے حسن وجمال پر فریفتہ مت ہو، اپنے دل اور آنکھ سے غیروں کا خیال نکال دے۔ حرم کے پرندوں کے نالے سے آگ لے، اور جَلا ڈال وہ آشیانہ جو تُونے دوسروں کے درخت پر بنایا ہے۔

مولانا رومی آئینہ کو عارفانہ رنگ میں دیکھتے ہیں:

"آینہ دل چون شود صافی وپاک　　　　نقشھابنی برون از آب وخاک "(6)

بیدل، غالب اور سبک ہندی:

مرزا عبدالقادر بیدل، عبدالخالق عظیم آبادی کے فرزند، ترکی النسل فارسی شاعر، برصغیر پاک وہند کی ممتاز ترین شخصیت ہیں۔ اگرچہ یہ مایہ ناز صوفی شاعر ایرانیوں کے لیے نامعلوم ہے، لیکن افغانستان، تاجیکستان اور ہندوستان میں بھی اس کی غیر معمولی شہرت ہے اور لوگ اس کی شاعری اور نثر کو پسند کرتے ہیں. نثر اور شاعری، دونوں میں ید طولی رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب کے مطابق، "بیدل کو اپنے عہد کا نثر پر مہارت رکھنے والا اور ایک طاقتور ماہر بھی سمجھا جاتا تھا اور یہ کہ فارسی نثر میں ان کا موازنہ خواجہ عبداللہ انصاری اور امام غزالی سے کیا جاتا ہے"۔ (۷) نیز ان کی نظموں میں بالخصوص ان کی غزلیات میں خاقانی، مولانا، حافظ اور خسرو کا اثر اور تصویر واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔

عبدالقادر بیدل 1053ھ میں عظیم آباد پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباؤ اجداد جغتائی ترک تھے اور بخارا سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ "وہ اڑیسہ چھوڑ کر دہلی چلا گیا جب وہ اٹھارہ سال کا تھا، وہاں اس کی ملاقات شاہ کابلی نامی ایک صوفی سے ہوئی، جس کا ان پر بہت اثر تھا، اور ان کی اچانک غیر موجودگی کو جو درحقیقت اپنی کھوئی ہوئی روحانیت کی تلاش تھی وہ (نوجوان شاعر) تقریباً دو سال تک جنگلوں اور قریبی شہروں میں تلاش کرتا رہا۔ بالآخر، آگرہ میں، اس نے کچھ عرصے تک عارفانہ ریاضت اور درویشی اختیار کی، اور اس اضطرابی دور کے اختتام پر، اس نے شادی کر کے خاندانی نظام زندگی میں قرار پایا اور اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ محمد اعظم کی خدمت میں سرگرم ہو گیا اور اس طرح، اضطراب اور بے چینی کے سالوں کے تجربات کے بعد، اس نے کچھ امن ور سکون کا مزہ چکھا۔" (۸)

بلاشبہ ہندوستان میں سبک ہندی (ہندوستانی شعری اسلوب) کا سب سے بڑا شاعر بیدل ہے۔ اس کا دیوان ہندوستان میں تین بار شائع ہوا ہے۔ ان کا شعری مجموعہ افغانستان سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس نے ہر صنف سخن قصیدہ، مثنوی، رباعی میں طبع آزمائی کی اور غزل کو اپنے عروج پر پہنچایا. اس نے اشعار کو قدیم تشبیہات اور جدید استعاروں سے مزین کرتے ہوئے نئی کمپوزیشن اور نازک صنعت شعر متعارف کروائی. "شاید بیدل ہی وہ واحد شخص تھا جس نے ہندوستانی اسلوب کی مشکلات کو سمجھا اور ان حالات اور حدود سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔"(۹) بیدل کی شاعری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس نے صرف لسانی حسن پر توجہ نہیں دی۔ بلکہ ان کا خیال ہے کہ معنی لفظ کے تابع ہیں اسی لیے ان کی نظموں میں الفاظ کا استعمال لفظی حسن کے برعکس شعوری ہے۔

اعلیٰ صوفیانہ اور فلسفیانہ فکر و نظر ان کی نظموں میں جھلکتی ہے. بیدل تصوف میں سلسلہ قادریہ سے وابستہ تھے۔ ابتداء میں رمزی تخلص تھا بعد میں تبدیل کر کے بیدل رکھ لیا۔ بیدل کے آثار میں دیوان، کلیات غزلیات جو ترکیب بند، ترجیع بند، مثنویات، قصاید، قطعات، رباعیات اور مخمسات، چھار عنصر، قطعات اور نکات پر مشتمل ہیں۔

"بیدل کے نکات، جو کہ 75 نکات پر مشتمل ہیں جو قرب حق، ریاضت و معرفت کے درجات و مراتب، تصوف کی حقیقتوں کا حوالہ اور انکی تشریحات اور اصطلاحات بیان کرتے ہیں۔ ہر نکتہ کا آغاز نثر سے ہوتا ہے اور اس کے ساتھ مثنوی اور غزل کے اشعار آتے ہیں، بعض اوقات کسی نقطہ کا تذکرہ قصہ یا تمثیل کی صورت میں ہوتا ہے."(۱۰)

نجم الدولہ، دبیر الملک، مرزا نوشہ اسد اللہ خان غالب، بہادر نظام جنگ کا شمار اردو اور فارسی زبان کے سب سے بڑے شاعروں اور استادوں میں کیا جاتا ہے۔ آپ کی تصنیفات ہندوستان اور پاکستان میں یکساں مقبولیت کی حامل ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے یہ شاعر ایران میں مقبولیت نا پا سکا اور اس کی شخصیت ناشناختہ رہی۔ آپ دسمبر 1797ء میں آگرہ (اکبر اباد) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام میرزا عبداللہ بیگ تھا اور آپ کا تعلق ایبک ترکمانوں سے تھا. بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے اور آپ کی پرورش کے چچا مرزا نصراللہ بیگ نے کی لیکن آٹھ سال کی عمر میں ان کے چچا بھی وفات پا گئے۔ 1810ء میں تیرہ سال کی عمر میں آپ کی شادی نواب احمد بخش کے چھوٹے بھائی مرزا الٰہی بخش خاں معروف کی بیٹی امراء بیگم سے ہو گئی شادی کے بعد آپ نے اپنے آبائی شہر کو خیر باد کہہ کر دہلی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد انکی شاعرانہ زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اور آپ نے اپنی زندگی شاعری، بادشاہوں کی مدح، اور شاہزادوں کی تعلیم میں گزار دی. اپنی اردو اور فارسی شاعری میں پہلے "اسد" اور پھر "غالب" تخلص کا انتخاب کیا. "مرزا غالب کی کتابوں کا مطالعہ بتاتا ہے کہ انھیں ابتدا ہی سے بیدل، ظہوری سے دلچسپی تھی."(11)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

غالب کے فارسی اور اردو اشعار اگرچہ اپنے عہد کے عین تابع تھے یعنی بھرپور دماغی کاوش کا استعمال لیکن انتہائی لطیف، پر مغز اور باریک نکات اور تشبیہات سے لبریز ہیں جن کی چاشنی سے آج بھی سامع لطف اندوز ہوتے ہیں۔ غالب کے اشعار بیدل کی طرح صوفیانہ افکار سے بھرپور ہیں۔ اور کہیں تو شاعر عین کسی صوفی درویش کی طرح باطنی مسایل کا تجزیہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور لوگوں کو مصایب پر صبر و برداشت کی تلقین کرتا ہے۔

سبک ہندی:

سبک ہندی در حقیقت ایک خاص شعری اسلوب ہے جس کا آغاز نویں صدی ہجری میں ہوا۔ "سبکِ ہندی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس روش شاعری کا اصطلاحی نام ہے جو ہندوستان کے ماحول میں پیدا ہوئی۔ اس روش میں ہندی نژاد شعرائے فارسی اور وہ ایرانی شعراء شامل سمجھے جاتے ہیں جو ہندوستان میں آئے اور رہے اور وہ شعرائے ایران بھی جو ہندوستان کے ان شعرائے فارسی سے متاثر ہوئے، اگرچہ ہندوستان میں ان کا آنا ثابت نہیں۔"(۱۲) اس کا خالق عبدالباقی خاں اور فغانی شیرازی کو سمجھا جاتا ہے۔ بعض محققین اسے "سبک اصفہانی" سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اس اسلوب کے معروف شعراء کلیم کاشانی، نذیری نیشاپوری، عرفی شیرازی، میرزا عبدالقادر بیدل، صایب تبریزی، غنی کشمیری، طالب آملی، حزین لاہیجی اور دیگر شامل ہیں۔ اس اسلوب کی نمایاں خصوصیات میں صنف غزل کا رواج، تصنع اور دماغی کاوش، خیال پردازی کی کثرت، پیچیدہ ترکیبات و معانی اور احساس و محسوسات کی گہرائی شامل ہیں۔ اس اسلوب میں تشبیہات و استعارات کا استعمال یوں کیا جاتا ہے کہ سامع کا ذہن آسانی سے اس طرف منتقل نہ ہو۔

اس اسلوب کے ابتدائی آثار امیر خسرو کی شاعری میں مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں۔ تاہم شاعری میں ان کی ذہنی کاوش تجربے کی حد تک محدود تھی۔ کلیم، غنی اور صایب نے بھی اس کا استعمال کیا لیکن مرزا عبدالقادر بیدل کے ہاں یہ اسلوب اپنے نقطۂ عروج کو پہنچا۔ بیدل کے ہاں اس اسلوب کا استعمال انتہائی پیچیدہ ہے۔ جبکہ مرزا اسداللہ خان غالب کے ذہن پر بیدل کے اسلوب کا گہرا اثر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کی شاعری میں دماغی کاوش، خیال پردازی اور پیچیدہ ترکیبات و معانی کی کثرت ہے۔ اگرچہ غالب باقاعدہ صوفی شاعر نہیں تھے لیکن اُنکی شاعری میں اکثر مقامات پر تصوف و عرفان کے آثار دیکھے جاسکتے ہیں۔ اور شاید یہ بیدل ہی کے افکار کا اثر تھا کہ غالب اپنے اشعار میں حقیقت کا وہ پہلو متعارف کرواتے ہیں جو غالب کی صوفیانہ معرفت پر دلیل ہے۔ غالب کی ایسی شاعری میں بیدل جیسا حقیقت پسندانہ تصور، دلکش تشبیہات، استعارات، پیچیدہ ترکیبات اور لحن موجود ہے۔ بیدل جیسا شاعر اپنے رنگ میں انوکھا اور بے مثال تھا جس کا اعتراف خود غالب نے کیا ہے:

"طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا   اسداللہ خاں قیامت ہے"(۱۳)

شاعری میں ان کے طرز کو اپنانا کسی عام شخص کے بس کی بات نہیں تھی، اس لئے خود غالب نے کہا ہے:

"مجھے راہ سخن میں خوف گمراہی نہیں غالب   عصائے خضر صحرائے سخن ہے خامہ بیدل کا"(۱۴)

چونکہ غالب بیدل سے بہت متاثر تھے اسی لئے غالب نے بیدل کی طرز پر بہت سی ہم قافیہ اور ہم ردیف غزلیں کہی ہیں۔ لیکن طولانی بحث کی بابت اس موضوع سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔

اصطلاح آئینہ غالب اور بیدل کی نظر میں:

جس طرح بیدل کے ہاں آئینہ ایک خاص معنی رکھتا ہے اسی طرح غالب بھی آئینہ کو مختلف معنوں کے ساتھ ساتھ صوفیانہ علامت کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ بیدل کی رائے میں "آئینہ" صرف شیشے کا ایک ٹکڑا نہیں بلکہ یہ ایک وسیلہ ہے جو خدا تعالیٰ کی تجلی کا مظہر ہے۔ مجموعی طور پر اس نے انسانی وجود کو جاننے کے لیے اپنی نظموں میں لفظ "آئینہ" کا بے انتہا استعمال کیا ہے بیدل کی نظموں میں "آئینے" کو ایک خاص مقام حاصل ہے جسے انسانی وجود میں پاکیزگی کی علامت سمجھا جاتا ہے جس میں خدا کے جوہر جھلکتے ہیں:

"زبس بہ خلوت حسن تو یار آئینہ است   نگاہ ھر دو جھان در غبار آئینہ است

ھجوم چاک گل آغوش شبنم است اینجا   بھار ھم چقدر دلفگار آئینہ است"(۱۵)

تیرے حسن میں یکتائی ہے۔ یہاں صرف تو حسین ہے باقی نہیں۔ دونوں جہان کو غبار لگ گیا ہے۔ اوس کے دامن کو پھول کی پنکھڑیوں نے گھیرے میں لے لیا ہے۔ بہار بھی غمزدہ ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

غالب کے ہاں بھی ہم اسے انہی معنوں میں دیکھتے ہیں۔

"کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے ‌ ‌ ‌ ‌ کرے جو پر توخورشید، عالم شبنمستان کا"(١٦)

غالب نے آئینہ کو نعتیہ اشعار اور منقبت میں بھی استعمال کیا ہے جو زبان زد ہر خاص عام ہے:

"آئینہ وار پر تو مہر است ماهتاب ‌ ‌ ‌ ‌ شانِ حق آشکار زشانِ محمد است

تیر قضا، ہر آئینہ در ترکش حق است ‌ ‌ ‌ ‌ اما، کشادِ آن زکمان محمد است"(١٧)

ماہتاب بِر پر توخورشید کا آئینہ دار ہے اور خدا کی شان محمد کی شان سے آشکار ہے۔ بلاشبہ تیر قضاترکشِ حق میں ہے۔ لیکن اسے چلانے کے لئے محمد کی کمان ہے۔

"منقبِ حیدری" میں یوں فرماتے ہیں:

"خاک صحرائے نجف جوہر سیر عُرفا ‌ ‌ ‌ ‌ چشم نقش قدم: آئینہ بخت بیدار

ذرہ اُس گرد کا: خُرشید کو آئینہ ناز ‌ ‌ ‌ ‌ گرد اس دشت کی: اُمید کو احرام بہار"(١٨)

ایک اور جگہ "فی المنقبت" کے عنوان سے فرماتے ہیں:

"آستاں پر ہے تیرے جوہر آئینہ سنگ ‌ ‌ ‌ ‌ رقم بندگی حضرت جبریل امیں"(١٩)

بیدل کے ہاں غیبی اور عارفانہ تصورات کی آمیزش بھی ملتی ہے اور تخیلاتی مضامین بھی۔ بیدل کی" مثنوی عرفان"، طلسم حیرت"اور"طور معرفت"شاعرانہ تخیل، غیبی تفکر اور آرایش لفظی سے بھر پور ہیں۔ خواجہ عبید اللہ اختر اپنی کتاب "بیدل"میں لکھتے ہیں " بیدل پیدا ایش میں ہر ایک شے کو اسماوصفات سے تعبیر کرتا ہے کہ سب مظاہر قدرت انہی اسماوصفات کے ہیں" (٢٠) لیکن ان کا ظہور انسان پر مخفی ہے:

"دل تا نظر گشود بہ خویش آفتاب دید ‌ ‌ ‌ ‌ آئینہ خیال سرہ مارا بخواب دید

صد پردہ، پردہ دار ترا زرمز غیب بود ‌ ‌ ‌ ‌ آن بی نقابی ئی سرہ ترا بی نقاب دید

فطرت بہ ہر چہ وارسد آئینہ خود داست ‌ ‌ ‌ ‌ گوھر ز موج بحر همان یک سراب دید"(٢١)

جب آئینہ میں صورت منعکس ہو تو صورت تو جلوہ گر ہوتی ہے مگر یہ صورت آئینہ کو چھپا لیتی ہے۔یعنی آئینہ غیب ہے اور صورت ظاہر.

"نشد آیینۂ کیفیت ما ظاهر آرایی ‌ ‌ ‌ ‌ نھان ماندیم چون معنی بہ چندین لفظ پیدایی"(٢٢)

آئینہ ہماری کیفیت کو ظاہر نہ کر سکا۔ اگر چہ ہم چھپ گئے لیکن کئی لفظوں کے معنی ظاہر ہو گئے۔

اسی طرح بیدل فرماتے ہیں:

"بحیرت بسکہ جوشیدم نگاہ افسردہ مژگاں شد ‌ ‌ ‌ ‌ من آں آئینہ ام کز شوخی جوھر نمد پوشم"(٢٣)

حیرت سے میں اتنا مضطرب ہوا کہ میری آنکھیں نم ہو گئی۔ میں وہ آئینہ ہوں جس نے حقیقت کو جان کر بوریا پہن لیا.

اور یہی رنگ غالب کے ہاں بھی جلوہ افروز ہے۔ خان محمد نیاز اپنی کتاب "میزان غالب" میں لکھتے ہیں "مرزا کا تخیل ایک غیبی تخیل تھا، اور یہ علم خداداد تھا"۔(٢٤)

"آرایش جمال سے فارغ نہیں ہنوز ‌ ‌ ‌ ‌ پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

ہے غیب غیب، جس کو سمجھتے ہیں شہود ‌ ‌ ‌ ‌ ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں"(٢٥)

بیدل کے مطابق آئینہ صوفی کے وجود کی مضبوط ترین علامتوں میں سے ایک ہے۔کیونکہ صوفی کبھی بھی اپنے آپ کو آئینے میں نہیں دیکھتا، لیکن اسکے وجود کا اصل محور سچائی کی خوبصورتی ہے اور وجدان کو دریافت کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے:

"عالم آئینہ راز ست چہ پیدا چہ نھاں ‌ ‌ ‌ ‌ تابِ اندیشہ نداری بہ نگاھی دریاب

گر بہ معنی نرسی جلوۂ صورت چہ کم ست ‌ ‌ ‌ ‌ خم زلف وشکن طرف کلاھی دریاب" (٢٦)

آئینے کی دنیا پر اسرار ہے، چاہے وہ ظاہر ہو یا مخفی۔ اگر تمھارے پاس سوچنے کی تاب نہ ہو تو پھر اسے ایک نظر میں تلاش کرو۔ اگر تم معنی تک نہ پہنچ سکو تو جان لو کہ صورت کا جلوہ کتنا کم ہے۔ اور پھر خم زلف اور کلاہ کی شکن میں اسے تلاش کرو.

غالب ایک جگہ اور کہتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.4 2021

"از مہر تابہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ "(۲۷)

آئینہ خود غرضی اور خود پرستی کی بھی علامت ہے۔ خود پرست لوگ جب خود کو آئینے میں دیکھتے ہیں تو انہیں اپنے آپ پر فخر ہوتا ہے۔ اس حوالے سے بیدل فرماتے ہیں:

"بیدل چہ سحر کاریست، کاین زاھدان خود بین آینہ در مقابل، خندیدہ اند برما" (۲۸)

بیدل یہ کیسا جادو ہے، جب یہ خود پرست زاہد خود کو آئینہ میں دیکھتے ہیں، تو ہم پر ہنستے ہے۔

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

"منظور بتان ھر کہ شود، حسرتش ازماست یار آینہ می بیندو، آبست دل ما" (29)

محبوب کا مقصد جو بھی ہو، ان کی حسرت ہم ہیں۔ میرا دوست آئینہ دیکھتا ہے اور ہمارا دل بھر آتا ہے۔

غالب کہتے ہیں:

"سچ کہتے ہو خود بین وخود آراء ہوں، کیوں نہ ہوں؟ بیٹھا ہے بت آئینہ سیما میرے آگے"(۳۰)

بیدل لفظ "آئینہ" کے متبادل لفظ "حیرت" بھی استعمال کرتا ہے، جو تصوف کی اصطلاح میں ان سات مراحل میں سے ایک ہے سچ تک پہنچنے کے لیے جن پر عمل کرنا چاہیے۔ اصطلاح میں "حیرت" سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں فطرت کے مظاہر آشکار ہوں اور انسان کو ورطہ حیرت میں ڈال کر غور و فکر پر مجبور کر دیں۔

ان کے اشعار کی ایک مثال درج ذیل ہے:

"طاقت دل نیست محو جلوہ نمودن آینہ در حیرت اختیار ندارد"(۳۱)

دل میں ڈھلنے کی طاقت نہیں ہے۔ آئینے کو حیرت میں کوئی اختیار نہیں۔

"شوخی، اوضاع امکان حیرت اندر حیر تست چند باید بودنت آئینہ دار آئینہ"(۳۲)

ناممکنات کا وقوع پذیر ہونا حیران کن ہے۔ کب تک آئینہ دار آئینہ بن کر رہ سکتا ہے۔

"حیرت اور تحیّر جو بیدل اور غالب کے محبوب الفاظ ہیں، غالب کے ہاں بھی موجود ہیں۔"(۳۳) جس طرح بیدل کی شاعری میں "حیرت" کی اصطلاح کا استعمال ہے۔ بالکل اسی طرح غالب نے بھی طرز بیدل پر "حیرت" کا استعمال اپنی شاعری میں جابجا کیا اس موضوع پر غالب کے اشعار میں ایک جہان معنیٰ پوشیدہ ہے :

"اہل بینش نے، بہ حیرت کدۂ شوخی ناز جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا"(34)

غالب بھی بیدل کی طرح مشکل پسند ہے۔ چونکہ وہ خدا کی وحدانیت اور نظریہ وحدت الوجود کا قائل ہے، اس کے نزدیک قدرت کے مظاہر حیران کن ضرور ہیں لیکن ان میں حیرت کے ساتھ ساتھ جلوۂ خداوندی بھی عیاں ہے:

"کس کا سراغ جلوہ ہے حیرت کو؟ اے خدا! آئینہ فرش شش جهت انتظار ہے"(35)

اگرچہ آئینہ اپنی ساخت میں نازک ہوتا ہے لیکن بیدل لوگوں کی فطرت اور سخت روئی کو آئینہ کی سختی کی مانند قرار دیتے ہیں اور یوں لکھتے ہیں:

"زمردم بسکہ چون آینہ دیدم سخت رویی ھا نگہ در دیدہ پیچیدہ ست مانند رگ سنگم"(36)

میں نے آئینے کی طرح بہت سخت چہرے دیکھے، نظر آنکھ کے اندر پتھر کی مانند الجھی ہوئی ہے۔

جبکہ غالب آئینہ میں مجسم عکس کو دیکھ کر یوں کہتے ہیں:

"حیرت زدۂ جلوۂ نیرنگ خیالیم آئینہ مداریدہ بہ پیش نفس ما"(37)

ہم اپنے خیالات کے سحر میں گرفتار ہیں۔ ہمارے سامنے آئینہ مت رکھو۔

بیدل آئینہ کی شفافیت کو سالک کے پاکیزہ قلب سے تعبیر کرتا ہے۔ بیدل کے نزدیک آئینہ وہ صاف شے ہے جو ہر خوبی اور عیب کو عیاں کر دیتا ہے۔ اور یہ استعارہ بیدل صاف گو افراد اور عارفین کے لئے استعمال کرتے ہیں جن کے چہرے آئینہ کی مانند سچائی اور پاکیزگی کا مظہر ہوتے ہیں:

"راز ما صافی دلان پوشیدہ نتوان یافتن ہرچہ دارد خانۂ آئینہ بیرون در است"(38)

آئینہ کسی کے راز نہیں چھپاتا۔ اپنے اندر کے ہر عکس کو عیاں کر دیتا ہے۔ یعنی پاکیزہ دل لوگوں کے چہرے آئینہ کی مانند شفاف ہوتے ہیں۔

اور جب بیدل خود کو جب آئینہ میں روبرو دیکھتے ہیں تو یوں کہتے ہیں:

"کدام جلوہ سہ محتاج صافیءدل نیست　　　　بھرچہ مینگری شرمسار آئینہ است"(39)

وہ کونسا عکس ہے جس کے لیے دل کی پاکیزگی کی ضرورت نہیں! جو بھی دیکھو آئینے کے لیے شرمندگی ہے۔

غالب بھی آئینہ کے روبرو کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

"ہوئے اس مہروش کے جلوۂ تمثال کے آگے　　　　پر افشاں جوہر آئینے میں، مثلِ ذرہ روزن میں"(40)

نتیجہ گیری:

بلاشبہ بیدل کا شمار اردو اور فارسی زبان کے عظیم شعراء میں ہوتا ہے اور ان کے فکری تخیل کے سب سے بڑے معترف غالب ہیں۔ بیدل اور غالب کی فکری اور فنی مماثلتوں میں سب سے بڑی مماثلت شاعرانہ تصوف اور تخیل، بلند تفکر اور سبک ہندی کا پیچیدہ اسلوب تھا. بیدل کی شاعری کے طلسمات اتنے حیران کن ہیں کہ عام سامع کے ادراک اسکو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ غالب کا کلام بھی ایسی ہی رفعتوں کو چھوتا ہے۔ کلی طور پر دونوں شعراء نے ایک ہی شعری اسلوب کا استعمال کیا ہے۔ اصطلاح "آئینہ" دونوں بلند پایہ ہستیوں کے نزدیک کوئی عام لفظ نہیں بلکہ ایک منطقی اور استدلالی اصطلاح ہے جو بیدل اور غالب کے صوفیانہ تفکر کی عکاسی کرتی ہے۔ بیدل اور غالب کے نزدیک یہ کائنات خدا سے الگ نہیں اور ہر شے اسی کی امین و مظہر ہے اور عشق الٰہی میں ڈوبا ہوا سچا دل اس آئینہ کی مانند ہے جو خدا تعالیٰ کی تجلی کا مظہر ہے۔

حوالہ جات

1. انوری، حسن،، فرہنگ فشردۂ سخن، ج ا، انتشارات سخن، تہران 1383 ش، ص69
2. دہلوی، سید احمد، مولوی، فرہنگ آصفیہ، ج 1، مرتبہ، اردو سائنس بورڈ لاہور، 2006، ص337
3. جالبی، محمد جمیل، پہلا اردو بابائے یادگار لیکچر (1980) محمد تقی میر، طبع انجمن ترقی اردو پاکستان، مطبع مشہور آفسٹ پریس، کراچی، 1981، ص92
4. نیازی، منیر، کلیات منیر نیازی (تزیین و اہتمام نزیر محمد طاہر نزیر)، مطبع اے این اے پرنٹرز، لاہور، 2002، ص73
5. اقبال، محمد، کلیات اقبال (فارسی)، غلام علی پرنٹرز، لاہور، 1990م، ص342(174)
6. بلخی، محمد جلال الدین، مولانا، مثنوی معنوی (بر اساس نسخہ رینولد نیکلسن) دفتر دوم، ناشر کتاب آبان، 1384ش، ص174
7. زرین کوب، عبد الحسین، باکاروان حلہ، 1374 انتشارات علمی، ش، ص304
8. ایضاً: صص:307-306
9. انوشہ، حسن،، دانشنامہ ادب فارسی، (بخش ح-ع) ج4، انتشارات وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، تہران، 1375ش، ص458
10. صفا، ذبیح اللہ، تاریخ ادبیات در ایران، ج5- بخش سوم،، انتشارات فردوس، تہران، 1373ش، ص1794
11. غالب، اسد اللہ خاں، کلیات غالب فارسی، ج1 (مرتبہ سید مرتضی حسین، فاضل لکھنوی)، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1967م، ص12
12. عبد اللہ، سید، ڈاکٹر، فارسی زبان و ادب (مجموعہ مقالات) مجلس ترقی ادب لاہور، 1977، ص133
13. دیوان غالب (اردو) غالب انسٹیٹوٹ، نئی دہلی، 1986م، ص235
14. ایضاً، ص216
15. دھلوی، بیدل، کلیات دیوان بیدل (با مقدمہ حسین آھی)، نشر فروغی، 1366ش، ص276
16. دیوان غالب (اردو) 1986م، ص١٦
17. غالب، اسد اللہ خاں، کلیات غالب فارسی، ج3 (مرتبہ سید مرتضی حسین، فاضل لکھنوی)، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1967م، ص113
18. دیوان غالب (اردو)، ص١٨٥.
19. ایضاً، 189.

20. اختر،خواجہ عباداللہ،بیدل،ادارۂ ثقافت اسلامیہ،لاہور،1988ص164
21. دھلوی،بیدل،کلیات دیوان بیدل،ص528
22. ایضاً،ص1191.
23. ایضاً،ص986.
24. نیاز،خان محمد،میزان غالب،،انتشارات ٹرم لائن گرافکس،راولپنڈی،2015،ص262
25. دیوان غالب(اردو)،ص81
26. خان،رشید حسن،، غالب فکروفن،غالب اکیڈمی،کراچی ،1987م،ص28
27. دیوان غالب(اردو)،ص107.
28. دھلوی،بیدل،کلیات دیوان بیدل،ص58.
29. ایضاً،،ص135.
30. دیوان غالب(اردو)،ص162
31. دھلوی،بیدل،کلیات دیوان بیدل ص459
32. ایضاً،ص1108.
33. عبداللہ،سید،ڈاکٹر،فارسی زبان وادب،ص395
34. دیوان غالب(اردو)ص ۳۲
35. ایضاً،ص:173
36. دھلوی،بیدل،کلیات دیوان بیدل ص848.
37. غالب،اسداللہ خاں،کلیات غالب فارسی،ج3 ، ص30
38. دھلوی،بیدل،کلیات دیوان بیدل،ص217
39. ایضاً،ص276
40. دیوان غالب(اردو)،ص،93